کل ہند

مسلم مشاورتی اجتماع کا خیر مقدم

از

سید ابوالحسن علی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸ اگست ۱۹۶۴ء کو کل ہند مسلم مشاورتی اجتماع منعقدہ لکھنؤ میں پڑھا گیا۔

عمائد ملت، نمائندگان قوم، معزز حاضرین! میں سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں نذرانۂ شکر پیش کرتا ہوں کہ ہم سب کو اس نازک اور فیصلہ کن موقع پر ایک جگہ جمع ہونے اور اجتماعی طور پر ہندوستان کی عظیم ملت اسلامیہ کے بنیادی مسئلوں پر غور کرنے، متفقہ طور پر ان کا حل تلاش کرنے اور اس کے لئے اجتماعی کوشش کا آغاز کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ محض خدا کی توفیق تھی کہ اس ضروری مبارک اقدام کے لئے نہ صورت حال کی نزاکت کافی ہے نہ مسائل کی سنگینی، نہ ضرورت کی شدت نہ موت و حیات کی کشمکش، اس لئے کہ ملت کی وسیع تاریخ میں جہاں اتحاد و یکجہتی، ایثار و قربانی، انفرادیت پر اجتماعیت کو ترجیح دینے اور خود شکنی و خود فراموشی کی تابناک اور درخشاں مثالیں ہیں وہاں چند ایسی افسوسناک نظیریں بھی ہیں کہ بعض ایسے نازک اور فیصلہ کن مواقع پر بھی عالم اسلام کے کسی اہم حصہ کے زعماء، ملت کی حیات و بقا کو اپنی ذات یا جماعتوں کی عزت و سربلندی کے سوال پر مقدم نہیں کر سکے اور وہ امتحان کی آخری گھڑیوں میں بھی ایک دوسرے سے اتحاد و تعاون اور ملت کو بچانے کے لئے اپنی اور اپنی جماعتوں کی مصلحتوں کو قربان نہیں کر سکے، یہ محض خدا کا فضل اور اس کی رہنمائی ہے کہ اس وقت تمام مسلم جماعتوں کے رہنما اور ذمہ دار ہندوستانی مسلمانوں کے اکثر اہل الرائے یہاں جمع ہیں،

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ،

اس وقت ہندوستان کے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اہل نظر کی نگاہیں آپ کے اس اجتماع

برگی ہوئی ہیں اور ساری دُنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ آپ جو ہندوستان کے مسلمانوں کا عطر و جوہر اور حضرت مسیح کی بلیغ زبان میں زمین کا نمک ہیں، اس موقع پر کہاں تک جذبۂ اتحاد و تعاون ذاتیات اور جماعتی مصلحتوں کے بارے میں ایثار و قربانی اور مصلحت اجتماعی کے لئے بے نفسی و خود شکنی کا ثبوت دیتے ہیں، مستقبل کا مورخ بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے نئے دور کا آغاز کرنے کے لئے آپ کے طرز عمل اور رویہ کے جاننے کا منتظر ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم خدائے علام الغیوب کے روبرو ہیں جو ہمارے دلی جذبات، اندرونی کیفیات اور ہماری نیتوں اور ارادوں کو بھی دیکھتا ہے اور جس سے ہماری کوئی چیز مخفی نہیں یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔

ہمیں اس مجلس کی کارروائی مشوروں اور سرگوشیوں، بحثوں اور نتیجوں کے دوران میں کسی وقت اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کی دانا و بینا ذات ہماری نگراں ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ چوتھا نہیں ہوتا اور نہ پانچ کا جہاں وہ چھٹا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کم نہ زیادہ جہاں وہ ان کے ساتھ نہیں ہوتا، پھر وہ قیامت کے دن ان کے اعمال کی خبر دے گا۔ بیشک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اس وقت ہمیں سب سے زیادہ جس چیز سے پرہیز کرنا چاہیئے وہ انتشار جماعتی انانیت گروہی عصبیت اور جذبۂ تفوق ہے۔ خدا ہم کو اس نازک ترین لمحہ پر ہمارے نفوس اور ہمارے دلوں کی بیماری اور بے راہ روی سے بچائے اور ہم کو ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرے۔

حضرات!

ہندوستان میں مسلمان پانچ کروڑ کی تعداد میں ہیں(۱) اور ہندوستان کے لامذہبی دستور نے ان کو برابر کا شہری تسلیم کیا ہے اور ان کے تمام حقوق اور تحفظات کی ضمانت دی ہے جو کسی آزاد جمہوری ملک میں کسی آزاد اور باعزت شہری کو حاصل ہو سکتے ہیں، ان کے اس فیصلہ نے کہ وہ ہندوستان ہی میں رہیں گے اور ہندوستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے ہیں، اخلاقی، سیاسی، قانونی اور دستوری حیثیت سے ان کو ان تمام حقوق و فوائد اور آزادیوں کا حقدار بنا دیا ہے جو کسی ملک کے کسی بہتر سے بہتر شہری کو حاصل ہونی چاہئیں وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے دنیا کے بہت سے ملکوں کی پوری پوری آبادی سے زیادہ اور وسیع دنیائے اسلام میں تیسرے نمبر پر ہیں، پاکستان اور انڈونیشیا کے کثیر التعداد اور تقریباً خالص مسلمان آبادی والے ممالک کے بعد انھیں کا نام آتا ہے، اور کہیں ایک جگہ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی اور اتنی بڑی تعداد نہیں پائی جاتی۔ اس عددی حیثیت کے ماسوا وہ اپنی بہت سی فکری، ذہنی، علمی اور اخلاقی صلاحیتوں کے اعتبار سے عالم اسلام میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بعض حیثیتوں سے وہ پورے عالم اسلام میں فائق ہیں، وہ بہت سے ذہنی و علمی شعبوں میں آزاد مسلم ممالک کی بھی مدد و رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور ان میں اب بھی ان کی انفرادیت تسلیم کی جاتی ہے اور بہت سی اخلاقی، عملی، انتظامی اور ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ ہندوستان کی اکثریت اور تمام دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں ممتاز ہیں، عقیدۂ توحید

(۱) حکومت ہند کے نمایندوں نے بعض بین الاقوامی مواقع پر ان کی تعداد چھ کروڑ تک بتائی ہے۔

اسلامی اخلاق، عدل و مساوات کے اسلامی اصول، وسعت قلب و وسعت نظر، کائنات، مخلوق خدا، انسانی برادری اور انسانی جان کی قدر و قیمت کے متعلق اس بنیادی نقطۂ نظر کی بنا پر جو اسلام نے ان کو عطا کیا ہے ان میں تعمیر کا جذبہ، تعاون اور بقائے باہم کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ موجود ہے اور اسی چیز نے ان کو زیادہ سے زیادہ بے آزار، انسان دوست، احسان شناس اور ملک کا وفادار بنا دیا ہے، انھوں نے اس ملک کی جنگ آزادی کا آغاز کیا اور اس میں قائدانہ حصہ لیا اور مجموعی حیثیت اور اپنی تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ قربانیاں پیش کیں، وہ دُنیا کی دوسری وسیع ترین برادری (ملت مسلمہ) کا ایک اہم اور تاریخی جزو ہیں جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور جو کم سے کم دو براعظموں (ایشیا اور افریقہ) میں اولین حیثیت رکھتی ہے اور دنیا کے ایک بڑے مرکز سیاست مشرق وسطی پر تنہا حاوی ہے اور ہندوستانی مسلمان ان تمام ممالک سے بہتر تعلقات پیدا کرنے کے لیے بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں بلکہ ایشیا کی جو ہوشمند اور حقیقت پسند قیادت خلوص اور سنجیدگی کے ساتھ اس برادری کا اعتماد حاصل کرے گی اور اپنے کو اس کا سچا دوست اور مخلص رفیق ثابت کرے گی وہ مشرق کی سب سے بڑی طاقت بن جائے گی۔

ان سب بدیہی حقائق کا لازمی اور فطری تقاضا تھا کہ مسلمانوں کو اس ملک میں عملاً وہ سب کچھ حاصل ہو جو ان کو دستور کے اوراق پر اصولی اور قانونی طور پر حاصل ہے، یہاں کے ذہن سے اکثریت و اقلیت کا تصور بھی محو ہو چکا ہوتا اور صرف ہندوستانی کا تصور باقی رہ گیا ہوتا، کسی مسلمان کے ساتھ کسی امتیازی سلوک کا تصور و امکان بھی ناجائز اور ایسا قومی و ملکی جرم سمجھا جاتا ہو جو بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہے، ایک ایک متنفس کی جان اور عزت عبادتگاہوں سے زیادہ مقدس اور تاج محل، قطب مینار، ایلورا اور اجنتا کی یادگاروں سے زیادہ ملک کا قیمتی اثاثہ اور قابل حفاظت خزانہ سمجھا جائے ان میں سے کسی مفلوج، مریض، ناکارہ اور

جاں بلب ہستی کی حفاظت ہزاروں "مقدس" جانوروں، لاکھوں "مقدس" درختوں اور درجنوں "مقدس" دریاؤں کی تعظیم و حفاظت سے زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہو، اور جب کبھی ان دونوں میں ترجیح و انتخاب کا سوال پیش آئے تو ایک ملحد کے لئے بھی اس بارہ میں کوئی تردد نہ ہو کہ انسان بالعموم اور ہندوستان کا شہری بالخصوص ان سب سے زیادہ قیمتی اور قابل حفاظت ہے، حصول آزادی کے بعد فرقہ وارانہ فساد کا تخیل جو انگریزوں نے اپنی سیاسی و انتظامی مصلحتوں سے پیدا کیا تھا اس طرح حافظہ سے محو اور زندگی سے ناپید ہو جانا چاہیئے تھا کہ ہمارے ان بچوں اور نوجوانوں کے لئے جنھوں نے ۱۹۴۷ء کے بعد ہوش سنبھالا ہے ان کا سمجھنا ایسا ہی مشکل ہو جائے جیسا کہ تاریخ کے بعید از قیاس واقعات کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ مذہبی و فرقہ وارانہ بنیاد پر کسی مسلمان کا قتل، اس کی بے عزتی اور اس پر دست درازی ایک ایسا شرمناک اور ناقابل برداشت جرم سمجھا جائے جس پر حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آجائے اور اس کے نتائج اتنے سنگین ہوں کہ پھر کسی ملک دشمن اور شریر النفس کو اس تجربہ کی ہمت نہ پڑے۔ ملک کی بڑی سے بڑی ذمہ داری پر مسلمان پر اعتماد کیا جا سکے، فوج، پولیس اور نظام حکومت میں ان کو بڑی سے بڑی کلیدی جگہیں حاصل ہوں، ان کی زبان، ان کی مذہبی تعلیم، ان کا کلچر اور ان کا پرسنل لا، نہ صرف محفوظ ہو بلکہ ملک کا ایک قیمتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے اس کو نشو و نما و ترقی کا پورا پورا موقع حاصل ہو، کسی لمحہ بھی یہ خیال ان کے قریب نہ آنے پائے کہ زبان، کلچر، پرسنل لا اور مذہبی تعلیم کی آزادی کے لحاظ سے انگریزی حکومت کا تاریک و شرمناک عہد ان کے لئے بہتر اور غنیمت تھا، کسی مسلمان کا کسی بڑے سے بڑے دماغی عدم توازن کے موقع پر اس بات کا تصور کرنا اور غلامی کے عہد کو یاد کرنا ہندوستان کی جمہوری حکومت کی سب سے بڑی ناکامی اور جنگ آزادی کے تقدس اس

کی آبرو اور ناموس پر دھبہ تصور کیا جائے اور جنگ آزادی کے سیکڑوں مخلص رہنماؤں اور لاکھوں بے لوث رضاکاروں کی روح کو اذیت پہنچانے کے مرادف سمجھا جائے اور اگر اس ملک کے کسی دور دراز گوشہ میں بھی کوئی ستم رسیدہ مسلمان آزادی کے عہد کا غلامی کے اس دور سے تقابل کرنے لگے اور اپنے ذہن کے کسی مخفی سے مخفی گوشہ میں بھی مذہبی آزادی کے لحاظ سے اس دور کو ترجیح دے تو اس کے لئے ہندوستانی رہنما گاندھی جی کی طرح برت رکھنا ضروری سمجھیں اور ہندوستان کے سب سے بڑے ذمہ دار انسان کا سر ندامت سے جھک جائے، اگر ہندوستان کے کسی گوشہ میں کسی مسلمان کی نکسیر بھی پھوٹ جائے تو اس کی تحقیقات اور اس کے اسباب کو معلوم کرنے کے لئے مرکزی حکومت سے لے کر ریاستی حکومت تک میں ایک جنبش اور حرکت پیدا ہو جائے۔

جہاں تک ہندوستان کی اس مشترک جنگ آزادی کے مقاصد اس کے رہنماؤں کے خلوص اور ان کے اعلانات کا تعلق ہے جس میں ہندو مسلمان برابر کے شریک تھے پھر بالخصوص بیسویں صدی کے سب سے عظیم سیاسی ادارے اور تحریک انڈین نیشنل کانگریس کے فلسفہ، منشور، تاریخ اور اس کے عظیم رہنماؤں کے ارادوں و خواہشات، خیالات و اعلانات کا تعلق ہے آزاد ہندوستان کو اس بارہ میں اتنا ہی غیر تمند، ذکی الحس اور نازک دماغ ہونا چاہیے تھا کہ وہ ان ناخوشگوار واقعات کو جو سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد روزمرہ کی زندگی کے واقعات بن گئے ہیں ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہ کر سکے اور جہاں تک گاندھی جی کی نفسیات و احساسات کا تعلق ہے یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آزادی کی اس طے شدہ منزل کو ناطے شدہ منزل سمجھ کر اپنی جدوجہد کے سفر کو از سر نو شروع کرنے پر غور کرنے لگتے اور شاید پھر وہ وہیں سے سفر شروع کرتے جہاں سے انھوں نے جنوبی افریقہ سے آنے کے بعد سے شروع کیا تھا۔

جس رہنما کے دماغ پر چورا چوری کے واقعہ نے بجلی کا اثر کیا تھا اور اس کے احساسات کو اس طرح مجروح کر دیا تھا کہ اس نے پوری تحریک کو ملتوی کر دیا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس کو پیچھے لے جانے پر مجبور ہوا، وہ یقیناً دنیا میں یہ اعلان کر کے سیاسی حلقوں میں ایک تہلکہ برپا کر دیتا اور اپنی اخلاقی جرأت کا تاریخ میں لافانی نقش قائم کرتا کہ ہم نے ان فرقہ وارانہ فسادات، اقلیتوں کی حق تلفی، ان کے حقوق کی پامالی اور لسانی، ثقافتی اور تہذیبی عدم تحفظ کے احساس سے جو ملک کے بعض فرقوں میں پیدا ہو گیا ہے ببانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ ہم کو آزادی قبل از وقت مل گئی اور یہ کہ جتنا ملک اس آزادی کے حصول کے لئے بے تاب اور اپنی وسعت، زرخیزی اور خدا کی بخشی ہوئی بیش بہا نعمتوں کے لحاظ سے اس کا اہل و مستحق تھا، قوم اپنی اخلاقی و ذہنی تربیت اور سیاسی شعور کے لحاظ سے اس بار عظیم کو اٹھانے کے قابل نہ تھی، اس لئے اس وقت سب سے زیادہ مقدم اور اہم کام ایک نئی قوم کی تعمیر و تخلیق اور اس کے اندر انسانی و اخلاقی شعور، سیاسی بالغ نظری اور وسیع الخیالی کا پیدا کرنا ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ وہ اپنی تمام صلاحیتیں، قوت عمل اور اپنی عظیم شخصیت کے سارے اثر و طاقت کو اس پر مرکوز کر دیتے اور ملک کی تمام با صلاحیت اور با اثر شخصیتوں کا انتخاب کر کے اسی کام پر لگا دیتے، انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے اپنی جان کی قربانی دیکر اس مسئلہ کی اہمیت و اولیت کا اعلان کر دیا ہے اور ہندوستان کے تمام سیاسی و اخلاقی رہنماؤں کے لئے پیغام چھوڑا ہے کہ یہی وہ محاذ ہے جس پر ہندوستان کا سب سے مضبوط مورچہ لگنا چاہیئے اور جس کی کامیابی و ناکامی سے اس ملک کی کامیابی و ناکامی، فتح و شکست اور نیک نامی و بدنامی کا فیصلہ ہونا ہے۔

سترہ سال سے ہندوستان میں یہ افسوسناک صورت حال قائم ہے جس کا اخلاقی، قانونی، دستوری، سیاسی کسی صورت سے بھی کوئی جواز نہیں، یہ صورت حال ہندوستان کے لئے رسوا کن، اعتماد

واتحاد کی فضا کے لئے سنگ گراں اور ہمہ جہتی ترقی، خوشحالی اور استحکام نیز بین الاقوامی اعتماد کے لئے سخت مضر ہے، اس نے ملک کی بہت سی نوخیز اور پرجوش صلاحیتوں کو تعمیر کے بجائے تخریب پر لگا دیا ہے اور ملک میں شک و شبہ، بے اعتمادی، رنج و آزردگی، شکوہ و شکایت، غم و غصہ کی ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے جس کا جد و جہد اور تنازع للبقا کے اس عہد میں کوئی جواز نہیں اور ہندوستان کے جیسے عظیم ملک کے لئے جو نہایت نازک جغرافیائی اور سیاسی نقطہ پر واقع ہے کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف پانچ یا چھ کروڑ کی عظیم اقلیت جو ہندوستان کی تعمیر و ترقی کے کام میں نہایت اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی تھی اور جس کی ایک طرف اہمیت یہ ہے کہ وہ انسانی صلاحیتوں سے معمور ہے، دوسری طرف ہمارے سب سے اہم ہمسایہ اور قریب ترین و عزیز ترین پڑوسی پاکستانی قوم سے مذہب اور خون کا رشتہ رکھتی ہے اور اس کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ہر وقت اثر انداز ہو سکتی ہے، قتل و غارت گری کے ان واقعات سے اور جان و مال عزت و ناموس زبان، کلچر اور تعلیم کے عدم تحفظ کے احساس سے غیر مطمئن خائف اور ملول ہے اور اس کا اثر اس کی پوری زندگی، اس کے ولولہ کار نشاط طبیعت، قوت عمل اور امنگوں اور توانائیوں پر پڑ رہا ہے وہ روز بروز افسردہ، مایوس اور اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن ہوتی جا رہی ہے۔ ہندوستان میں کوئی اس کو عقل و استدلال و منطق کی راہ سے اس صورت حال اور اس ذہنی کیفیت پر کتنا ہی ملامت کرے اور اس میں مبالغہ و غلو، توہم اور تخیلات کا کتنا ہی اہم عنصر ثابت کرے اور اس کو اپنی ذہانت کے زور اور دستور کے پر شکوہ حوالوں سے کتنا ہی مغلوب و لاجواب کر دے اور ہندوستان کے تعمیری منصوبوں اور ترقیاتی اسکیموں میں گرمجوشی اور اعتماد کے ساتھ حصہ لینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے، واقعہ یہ ہے کہ جو ملت اپنی جان و مال کے بے قیمت و غیر محفوظ ہونے کا مکرر و مسلسل تجربہ کرتی رہی ہے اور

جس کو بار بار معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی جان کی قیمت اتنی بھی نہیں جتنی اس ملک میں جانور، درخت پتھر اور پانی کی ہے اور جو کسی لغزے، فرضی داستان، افواہ اور اخبار کی ایک سرخی پر قتل و غارت گری کا نشانہ بن سکتی ہے، پھر جس کو اپنی اس عجیب و غریب بد قسمتی کا علم ہو گیا ہے کہ اس کی قسمت کا فیصلہ اس کی کسی غلطی یا نادانی پر نہیں بلکہ ایک بیرونی ملک کے باشندوں کی کوتاہ نظری اور غلط اندیشی پر یا ان کی طرف منسوب کئے ہوئے کسی واقعہ پر ہو سکتا ہے اور چاہے یہ پوری قوم معصوم فرشتہ بن جاتے اور اس کا ایک ایک متنفس ملک کا سچا وفادار اور جان نثار ثابت ہو، پڑوسی ملک کی ایک حماقت اس کو آن کی آن میں تختۂ دار پر چڑھا سکتی ہے، اور اس کو خون کے دریا میں نہلا سکتی ہے، پھر جب اس کو اپنی بدقسمتی اور بے قیمتی کا یہ تجربہ بھی ہو جاتے کہ حکومت بھی بعض اوقات اس کی حفاظت سے قاصر رہتی ہے اور اس کی مشنری بھی بڑی دیر میں اس کے لئے حرکت میں آتی ہے، پھر اس کی بے وقعتی کا عالم یہ ہے کہ بڑے بڑے فسادیر بھی کوئی تحقیقاتی کمیٹی اور کوئی پینل مقرر نہیں کیا گیا اور نہ فساد کے کسی ذمہ دار کو پوری سزا ملی کسی فساد زدہ علاقہ میں کبھی کوئی تعزیری جرمانہ عائد نہیں کیا گیا۔ پولیس کے نافرض شناس اور ملوث افسروں کو تنزلی و معطلی کے ذریعہ اپنی غلطی کا احساس نہیں کرایا گیا بلکہ اگر ہمارے بعض دوستوں کی تحقیقات واعداد و شمار کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ افسوسناک حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ ایسے افسروں اور حکام کو ترقیاں دی گئیں، دوسری طرف اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے اور اس میں تعلیم کی سہولتیں دینے، تعلیم کو سیکولر بنانے اور اس کے اندر سے جارحانہ عناصر کو خارج کرنے کا وہ معقول ترین مطالبہ جس کے پیچھے حقائق و دلائل کا ایک لشکر ہے اور جو ایک قلیل ترین اور حقیر ترین اقلیت کا بھی فطری اور شہری حق ہے ابھی تک علانیہ اور پورے طور پر پورا نہیں کیا گیا اور ریاستی حکومتوں نے رائے دہندوں یا فرقہ پرستوں کو راضی رکھنے کے لئے

یا اپنی کمزوری کے احساس سے ابھی تک ان معاملات کو الجھا رکھا ہے اور بالکل غیر ضروری اور نامعقول طریقہ پر ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے لیے مستقل شکایت اور رنجیدگی کا سامان کر رکھا ہے ایسی حالت میں صرف ایک جامد مشین اور دھات کا کوئی پرزہ جو جذبات و ضمیر سے بالکل عاری ہے کسی کارخانہ میں پوری حرکت و قوت کے ساتھ رواں دواں ہو سکتا ہے لیکن کسی انسان کو ذہانت واستدلال اور جبر و طاقت سے متحرک تو بنایا جا سکتا ہے، فعال و گرمجوش، خوش دل و گرم دل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ پانچ چھ کروڑ کی اس عظیم ملت کی توانائیاں جو ایک ملک کی قسمت بدلنے کے لیے کافی ہو سکتی ہیں اور پوری دنیا کے حالات پر اثر ڈال سکتی ہیں نہ اس ملت کے کام آ رہی ہیں اور نہ پورے طور پر اس ملک کے، بلکہ میں ایک قدم آگے بڑھا کر یہ عرض کروں گا کہ اس تنگ نظری فرقہ وارانہ تعصبات قدیم دور کی احیاء کی تحریک اور فسطائیت نے اس ملک کی قومی توانائیوں کو صحیح طور پر ابھرنے، اپنا جوہر دکھانے اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و اشتراک عمل کر کے اس ملک کو حقیقی ترقی دینے اور اس کو خوش حال و مستحکم بنانے کا عوام کے اخلاق کو درست کرنے، ان میں صحیح شہری احساس ذمہ داری پیدا کرنے کا کام ہی شروع نہیں کیا، ملک کی بہترین طاقتیں ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہی ہیں اور سیاسی جوڑ توڑ میں لگی ہوئی ہیں، بداخلاقی کا ناسور روز بروز پھیلتا جا رہا ہے، بددیانتی، ذخیرہ اندوزی، رشوت ستانی بڑھتی جا رہی ہے اور ان میں سے کسی ایک محاذ پر بھی پورے جوش اور تنظیم کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی جا رہی ہے، ملک کا غذائی مسئلہ نہایت تشویشناک اور خطرناک شکل اختیار کر گیا ہے ان تمام حقائق کا تقاضا ہے کہ ملک میں اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو، فسطائی رجحانات ختم کیے جائیں، کسی اقلیت کی کوئی جائز شکایات باقی نہ رہے، اس ملک کا کوئی ادنیٰ سے

ادنیٰ شہری اپنی جان و مال و عزت و ناموس کو ایک منٹ کے لئے غیر محفوظ نہ سمجھے، کوئی بڑی سے بڑی طاقتور سیاسی پارٹی اس ملک کے امن و امان و نظم و نسق کو درہم برہم نہ کر سکے، حکومت اپنے ان اصول و مقاصد کی خاطر جو اس کے منشور میں داخل ہیں اور جو اس کے دستور کا اہم ترین حصہ ہیں بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار رہے اور اپنی پوری مشینری کو پورے خلوص، عزم اور فیصلہ کے ساتھ ان کی حفاظت میں استعمال کرے، فرقہ وارانہ فسادات خواہ ان کے لئے کیسے ہی قوی محرکات اور تقریبات پیدا ہو جائیں قطعاً نہ ہونے پائیں، ملازمتوں میں مسلمانوں کو ان کی تعداد و اہلیت کے مطابق حصہ دیا جائے اور اس ملک میں اپنی محنت و قابلیت کے مطابق ترقی کے آزادانہ مواقع حاصل ہوں، ان کی زبان، کلچر، مذہبی تعلیم اور پرسنل لا، اس طرح محفوظ ہو کہ ان کو ان کے عدم تحفظ کا کسی وقت احساس نہ پیدا ہونے پائے۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر تعلیم کے آخری مرحلہ تک نیز پریس و اخبارات، تقریروں اور مجلسوں، ریڈیو اور تبلیغ و اشاعت کے سارے وسائل کے ذریعہ ملک میں اتحاد و اعتماد کی فضا پیدا کی جائے، پوری قوم کی ذہنیت اور فکر کو بدلنے اور درست کرنے کی منظم کوشش کی جائے اور اس ملک میں کوئی ایسا رخنہ باقی نہ رکھا جائے جس سے فرقہ پرستی جارحیت اور فسطائیت — پھر نفوذ کرے۔

۱۹۴۷ء کے بعد مشترک و متفقہ قیادت کے فقدان، مسلمانوں کے جماعتی انتشار نیز احساس کمتری نے اس کا موقع ہی نہیں دیا کہ مسلمان اپنے مقدمہ کو متفقہ طور پر مرتب اور پیش کریں۔ بلکہ ہماری بعض اخلاقی کمزوریوں اور بعض عناصر کی غرضمندی اور جاہ طلبی نے بعض اوقات یہ غلط تصور و تاثر دیا کہ مسلمان اس ملک میں ہر طرح سے مطمئن ہیں اور یہاں ان کے ساتھ کوئی زیادتی اور کوتاہی نہیں ہو رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ غلط اور خلاف

واقعہ بات نہیں کہی جاسکتی، یہ بات نہ صرف ضمیر اور ملی غیرت کے خلاف ہے بلکہ اس ملک کی مصلحت، خیر خواہی اور حقیقی وفاداری کے بھی خلاف ہے اس طرح کسی ملک میں جس میں زندہ انسان بستے ہیں جو غلطی بھی کرتے ہیں جن پر جذبات بھی غالب آسکتے ہیں کبھی اپنی غلطیوں کی اصلاح نہیں کرسکتے اور کبھی جمہوریت پنپ نہیں سکتی. ہم صاف اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اس ملک میں مسلمان بہت سی حیثیتوں سے سخت غیر مطمئن ہیں، ان کی بہت سی جائز اور معقول شکایات ہیں، وہ بہت نازک دور سے گذر رہے ہیں لیکن نہ ہم خدا کی رحمت سے مایوس ہیں نہ اپنی زندگی کی صلاحیت واستحقاق سے نہ اکثریت میں حق شناس اور حق گو انسانوں کے وجود سے، ہم نے اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور میں جب آپ کے سامنے یہ الفاظ کہتا ہوں تو میرا ضمیر خود میرے دل میں چٹکی لیتا ہے اور کہتا ہے کہ رہنے کا فیصلہ کیا معنی ہم یہاں پیدا ہوئے اور یہاں ہیں، ہماری موجودگی قائم واستوار ہمالیہ اور رواں دواں گنگا سے زیادہ حقیقی اور پائیدار ہے. ہماری عمر اس تاج محل اور قطب مینار سے زیادہ بڑی ہے اور ہمارا حق اس سے زیادہ ثابت ہے، جتنا ان قابل فخر یادگاروں کا جن کو ہماری صلاحیتوں نے وجود بخشا. ہم یہاں کے ہر مسئلہ کو حل کریں گے. ہم یہاں کی قومیت، یہاں کی ثقافت اور یہاں کے تمدن میں اس طرح پیوست ہیں کہ ہم کو جدا نہیں کیا جاسکتا، ہم حکومت سے ہزار بار شکایت کریں گے، ہم ہزار بار روٹھیں گے اور منیں گے ہم ہر ہندوستانی کا گریبان پکڑ سکتے ہیں اور اسی طرح ہم دوسرے کو بھی یہ حق دیں گے کہ وہ ہمارا گریبان تھامے اور ہم کو ہماری غلطی پر ٹوکے لیکن بہرحال ہم کو اس ملک میں رہنا ہے اور تمام خصوصیات وتشخصات کے ساتھ رہنا ہے. ہم اس ملک کو تباہی فرقہ واریت اور فسطائیت کے راستہ پر کبھی دیکھ نہیں سکتے. ہم کو اس بات کا پورا یقین ہے اور سارے آثار

وقرائن اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ حالات زیادہ دیر نہیں رہیں گے، انسانیت حیوانیت پر، جمہوریت فسطائیت پر، عقل جذبات پر، علم جہالت پر اور بقائے باہم کا فطری جذبہ اور ملک کی سچی محبت، کوتاہ نظری اور جذباتیت پر غالب آکر رہے گی۔

ہمیں جہاں اپنے مقدمہ کو حکومت اور اکثریت کے سامنے پوری جرأت وقوت کے ساتھ رکھنا چاہیئے اور ہندوستان کے موجودہ حالت میں چند واضح اور معین تجاویز پیش کرنی چاہئیں جن کے لئے ہمیں خطبۂ صدارت سے روشنی ملے گی، وہیں سارے ملک کا دورہ کرکے مسلمانوں میں اعتماد اور حوصلہ پیدا کرنا چاہیئے. ان میں اس انسانیت دوستی، امن پسندی اور صلح وآشتی کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے جو اسلام نے ان کو عطا کیا ہے ان کو پھر اس پر آمادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ہندوستان کی آبادی کو اسی محبت ومعرفت کا پیام سنائیں اور انسانیت کے درد میں گھلنے اور پگھلنے کی خو پیدا کریں جس کا نمونہ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور اس سرزمین کے سیکڑوں اولیائے کرام نے پیش کیا ان میں حالات کے مقابلہ کرنے کا عزم پیدا کریں اور اس ملک کو اپنا اور اپنے آبا واجداد کا ملک سمجھ کر اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ خدا نے ان کے لئے اس کا اور اس کے لئے ان کا انتخاب فرمایا ہے اس انتخاب اور فیصلہ کی صحت اور موزونیت کو دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی عقل وحکمت چیلنج نہیں کرسکتی، یہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے اس کو صرف تقدیر الٰہی بدل سکتی ہے۔ اس ملک پر اپنی بہترین صلاحیتیں اور اپنا پورا خلوص صرف کریں اس کی خوشحالی اور اس کی ترقی کو اپنی ترقی سمجھیں، زندگی کے دھاروں سے الگ ہونے کے بجائے ان سے وابستہ ہو کر ان کی رہنمائی کریں. ہمارا یہ مشاورتی اجتماع بڑے وقت پر ہو رہا ہے اس میں اب ایک لمحہ کی تاخیر کی گنجائش نہ تھی۔

اس مقصد کی تدابیر سوچنے اور تجاویز طے کرنے کے لئے ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس کی دعوت ایک ایسی شخصیت (ڈاکٹر سید محمود) نے دی اور پھر اس کی صدارت قبول کی جس کے خلوص، وسیع تجربہ، قابل اعتماد تاریخ اور اس کے باہمہ و بے ہمہ ہونے پر ہم سب کو اعتماد ہے اور جو ہماری آزادی کی جدوجہد کے قافلے کا ایک بچھڑا ہوا مسافر ہے جس کی نظر ماضی پر بھی ہے اور جس کا ربط حال سے بھی ہے، خدا اس تاریخی اجتماع کو ہر طرح مبارک اور نتیجہ خیز بنائے، ہندوستان کے مسلمانوں کی وہ توقعات پوری ہوں جو انھوں نے اس اجتماع کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔ ہم صحیح نتائج پر پہنچیں اور ایک صحیح جدوجہد اور کوشش کا آغاز کرسکیں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا
من لدنك رحمة انك انت الوهاب ٥
